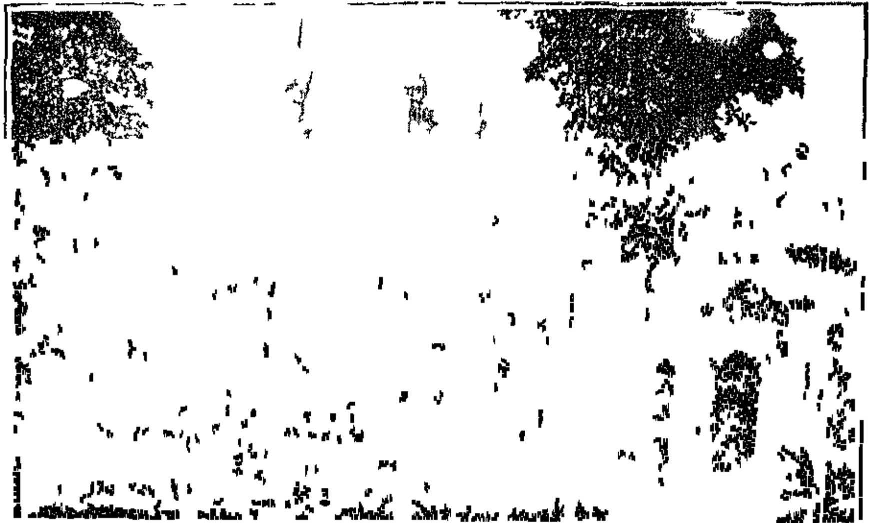
سلسلہ مطبوعات کتب خانہ مسجد چوک

نمبر ۳

یورپین شعرائے اردو



مؤلفہ

سلسلۂ مطبوعات کتب خانہ مسجد چوک
نمبر (۳)

یوروپین شعرائے اردو

(یعنی)

انگریز فرانسیسی اور پرتگیزی شعرائے اردو کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اردو کلام کے نمونے

مؤلفہ

مولوی محمد سردار علی صاحب

مؤلف مصنفین اردو تاریخ تصوف و آثار حیدرآباد

باہتمام

غلام محمد

معتمد مجلس انتظامی کتب خانہ مسجد چوک

نظام دکن پریس حیدرآباد دکن میں چھپا

سنہ ۱۳۴۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

۱۴۹۸ء میں سب سے پہلے اہل یورپ نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا یہ لوگ حکومت اور ملک گیری کے شوق و ہوس میں نہیں بلکہ تجارت اور روپیہ پیدا کرنے کی حرص سے ہندوستان آئے یورپین اقوام میں سب سے پہلے پرتگیز ہندوستان آئے پہلا یورپین شخص جس نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا وہ واسکوڈی گاما تھا جس کا جہاز اگست ۱۴۹۸ء میں ساحل کالیکٹ پہنچا پرتگیزوں نے ہندوستان آکر تجارت کے ساتھ ساتھ مذہبی تبلیغ بھی شروع کی اور رفتہ رفتہ بہت بڑا اقتدار حاصل کیا اور تھوڑی مدت میں ایک عظیم الشان تجارتی قوت قائم کر لی۔

اس کے بعد پرتگیزوں نے اپنی تجارتی قوت و اقتدار کے بل پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیے ان کے ہولناک مظالم کا ذکر تاریخ کے صفحات میں موجود ہے ان کی طوفان بے تمیزی سے ساری قوم بدنام ہو گئی پرتگیزوں کی حکومت ہندوستان میں کچھ عرصہ تک ساتھ رہی اس کے بعد اس کا خاتمہ ہو گیا ظالم حکومت کا جو انجام ہونا چاہیے وہی ہوا پرتگیزوں کی حکومت و اقتدار جاتا رہا لیکن ہندوستان میں ان کے بعض آثار باقی رہ گئے اور اب تک باقی و قائم ہیں ان کی سب سے بڑی یادگار وہ ہے جو وہ ہندوستان کی زبانوں پر چھوڑ گئے ہیں۔

ہندوستان کے ان مقامات میں جہاں یورپین آبادیاں تھیں وہاں دیسیوں کے ساتھ معاملات کاروبار اور بات چیت میں ایک دوسرے کو اپنا مافی الضمیر سمجھانے کے لئے یورپین باشندوں کو کچھ نہ کچھ دیسی زبان

سیکھنی پڑتی تھی، اس وقت ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کی عام اور مشترک زبان بنگالی بھی اس کی جگہ لے لی
کے سب بنگالی مرہٹی، آسامی اور ہندوستانی زبانوں نے پرتگالی اثر قبول کیا (یہاں بحث صرف اُردو زبان سے ہے) اور بہت سے اصل پرتگالی الفاظ اردو میں شامل ہو گئے۔ فرانسیسی اور ڈچ زبانوں کا اُردو زبان پر بھی خفیف اثر پڑا، پرتگالی، فرانسیسی اور ڈچ قوموں کے بعد انگریز ہندوستان میں آئے اور ایسے آئے کہ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان کے مالک ہو گئے۔

یوروپین اور دیسی باشندوں کے میل ملاپ کے باعث یوروپین اشخاص کو دیسی زبان سیکھنے کی ضرورت پڑی، زبان کی تحصیل کے بعد ان کو اس زبان میں کتابیں لکھنے کا شوق پیدا ہوا ابتدائی یوروپین مصنفین کی اُردو تصانیف و تالیفات کی اگرچہ ادبی لحاظ سے کوئی وقعت نہیں لیکن تاریخی لحاظ سے وہ ضرور قابل لحاظ ہیں۔

سترھویں صدی کے یوروپین سیاحوں نے اپنے سفر ناموں اور خطوط میں اُردو زبان کا ذکر کیا ہے لیکن اٹھارویں صدی سے یوروپینوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ کی، ہندوستانی صرف نحو پر سب سے پہلے جان جوشوا کٹلر نے ایک کتاب لکھی جو ڈیوڈ مل نے ۱۷۴۳ء میں شائع کی اس کا سنہ تالیف ۱۷۱۵ء ہے یہ شخص ولندیزوں کی جانب سے شاہ عالم (۱۷۰۷ء-۱۷۱۲ء) اور جہاندار شاہ ۱۷۱۲ء کے دربار میں بھیجا گیا تھا۔

کٹلر کی صرف نحو کی اشاعت کے ایک سال بعد شُلزے کی اُردو صرف نحو ۱۷۴۴ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی اس کے بعد ۱۷۷۲ء میں ہیڈلے نے اُردو کی صرف نحو شائع کی ایک اور یوروپین نے اردو الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ لکھی جس میں ایک دوسرے کے مقابل میں مترادف لفظ دکھائے ہیں۔

اس کے بعد سے یوروپین مصنفین کا دوسرا دور شروع ہوا اور صرف نحو سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد وہ دوسری طرف متوجہ ہوئے ۱۷۷۳ء میں فرگسن نے ہندوستانی زبان کی ایک لغت لکھی ۱۷۸۷ء کے بعد سے اردو کے بہت بڑے محسن ڈاکٹر گلگرائسٹ کی تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا ڈاکٹر صاحب موصوف نے اردو زبان پر بہت سی قابل قدر کتابیں لکھیں جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) انگریزی ہندوستانی لغت طبع کلکتہ سنہ ۹۶-۱۷۸۷ء

(۲) ہندوستانی، انگریزی کی فرہنگ اور شروع میں انگریزی صرف نحو پر ایک مقدمہ اس کا دوسرا اڈیشن اضافہ و ترمیم کے ساتھ سنہ ۱۸۱۰ء میں اڈنبرا سے شائع ہوا۔

(۳) مشرقی زبان دان جس میں زبان کے ابتدائی مسائل بشمول انگریزی ہندوستانی و ہندوستانی انگریزی لغت۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۷۹۸ء۔

(۴) مذکورۂ بالا کتاب کا خلاصہ مع بعض اضافوں کے۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۰ء

(۵) فارسی فعل کا جدید نظریہ مع ہندوستانی مترادفات کے۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۱ء۔

(۶) رہنمائے زبان اردو۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۲ء۔

(۷) اتالیق ہندی۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۳ء۔

(۸) ہندی، عربی آئینہ (یعنی ایسے عربی الفاظ کی جدولیں جن کا ہندوستانی زبان سے خاص تعلق ہے طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۴ء۔

(۹) مکالمۂ انگریزی، ہندوستانی۔ طبع لندن سنہ ۱۸۲۰ء۔

(۱۰) قصص مشرقی۔ قدیم حکایات و قصص کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۳ء۔

یورپین مصنفین نے لغت نویسی کی طرف بھی خاص توجہ کی، اس سلسلہ میں بعض اچھے لغات لکھے گئے گلیڈون نے فارسی و ہندوستانی زبان کی ایک لغت لکھی جو بمقام کلکتہ سنہ ۱۸۰۹ء میں طبع ہوئی مسٹر جان شکسپیر کی انگلش اردو لغت سنہ ۱۸۱۷ء میں طبع ہوئی، ڈنکن فوربس کی ہندوستانی لغت سنہ ۱۸۴۷ء میں بمقام لندن چھپی۔ برٹرینڈ نامی ایک فرانسیسی نے بھی ایک اردو لغت لکھی جو سنہ ۱۸۵۸ء میں پیرس میں طبع ہوئی ملیٹ نے بھی ایک لغت لکھی، رائس کی لغت سنہ ۱۸۶۴ء میں لندن میں چھپی، اسی زمانہ میں ڈاکٹر فیلن نے اردو کی کئی لغات لکھیں ان کی ہندوستانی انگریزی لغت بہت مشہور ہے اہل زبان کی مشہور انگلش اردو لغت بھی ڈاکٹر فیلن کی لغت سے ماخوذ ہیں۔

اردو زبان کا عاشق اور اردو ادب و تاریخ کا سب سے بڑا یورپین ماہر ایک فرانسیسی ہے جس کا نام

گارسن دتاسی ہے اگرچہ وہ ہندوستان کی کئی زبانیں جانتا تھا لیکن اردو زبان سے اس کو عشق تھا ہر جگہ اور ہر مجلس میں وہ اُردو کی تعریف کیا کرتا، اردو زبان میں بہت فخر کے ساتھ خط و کتابت کیا کرتا تھا اس کے اردو خطوط اب تک پیرس کی نیشنل لائبریری میں محفوظ ہیں گارسن دتاسی جب ہندوستان سے فرانس کو واپس گیا تو اس نے وہاں بھی اُردو کو فراموش نہیں کیا وہاں ہر سال اردو علم و ادب کے ارتقا و تاریخ پر لکچر دیا کرتا تھا یہ لکچر بہت دلچسپ اور پُر از معلومات ہیں[1] اس نے بہت سی اردو کتابوں کے ترجمے فرانسیسی زبان میں شائع کئے اور اپنے ملک و قوم کو اردو تصانیف سے روشناس کرایا اس کی تصنیفات و تالیفات کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض کتابیں حسب ذیل ہیں ۔

(۱) انتخاب از گل بکاؤلی مع ترجمہ مطبوعہ پیرس ۱۸۳۵ء ۔
(۲) سبق آموز قصے لطیفے و ترکیب مترجمہ از عربی فارسی اردو ہندی مطبوعہ پیرس ۱۸۷۶ء۔
(۳) ایک ہندوستانی ڈراما کا انتخاب پیرس ۱۸۵۰ء۔
(۴) اردو زبان کا ابتدائی رسالہ پیرس ۱۸۳۳ء
(۵) ہندوستان کے مقبول گیت۔ پیرس ۱۸۵۴ء۔
(۶) منسوخ آیات قرآن۔ پیرس ۱۸۴۴ء
(۷) انتخابات از اردو ہندی۔ پیرس ۱۸۴۲ء۔
(۸) مسٹر ولسن کی فارسی سنسکرت اور بنگالی کمپیریٹو اسٹڈی پیرس ۱۸۵۱ء۔
(۹) ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۹ء کے درمیان اردو ادب کی ترقی پر تبصرہ۔ پیرس ۱۸۷۰ء۔
(۱۰) ۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۷ء کے درمیان اردو ادب کی ترقی پر تبصرہ پیرس ۱۸۷۸ء۔
(۱۱) مسلمانوں کی مذہبی و فلسفیانہ شاعری ماخوذ از منطق الطیر مؤلفہ حضرت فریدالدین عطارؔ پیرس ۱۸۵۷ء۔

---

[1] ان لکچروں کا اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد نے نواب مسعود جنگ بہادر سے کرا کے اپنے سہ ماہی رسالہ اردو میں شائع کیا ہے یہ بہت قابل قدر ہیں ۔

(۱۲) مسلمانوں کا علم بلاغت ماخوذ از حدائق البلاغت۔ پیرس ۱۸۴۴ء

(۱۳) انتخاب از بوستان شیخ سعدیؒ۔ پیرس ۱۸۵۲ء

(۱۴) صنادید تشکیلا ماخوذ از مہابھارت پیرس ۱۸۵۲ء

(۱۵) اردو مؤلفین و مصنفین کے حالات اور ان کی تصنیفات کا ذکر۔ پیرس ۱۸۶۸ء

(۱۶) اسماء و القاب اہل اسلام۔ پیرس ۱۸۵۴ء

(۱۷) ذکر تذکرہ جات مشتمل بر حالات شعراء و مصنفین ہندی اردو۔ پیرس ۱۸۳۸ء

(۱۸) استطراد انوار سہیلی۔ پیرس ۱۸۳۷ء

(۱۹) ذکر کتب جات عربی۔ فارسی۔ اردو پیرس ۱۸۲۸ء

(۲۰) ہندوؤں کے ان کہانیوں کا حال جن کا پتہ اردو کتابوں سے ملتا ہے پیرس ۱۸۳۴ء

(۲۱) مسلمانان مشرق کا علم عروض (خصوصاً عربی۔ فارسی اردو) پیرس ۱۸۴۸ء

(۲۲) مسلمانان مشرق کا علم عروض و بلاغت پیرس ۱۸۴۸ء

(۲۳) ہندی کا ابتدائی رسالہ

(۲۴) سعدی دکنی ہندوستان کا ایک مشہور شاعر ۱۸۴۳ء

(۲۵) فلسفہ مذہب اسلام و قرآن و عقائد و اعمال پر تبصرہ۔ پیرس ۱۸۴۷ء

(۲۶) تاریخ تیمور شاہی کے ایک باب کا ترجمہ پیرس ۱۸۶۵ء

(۲۷) آثار الصنادید کا ترجمہ پیرس ۱۸۵۲ء

(۲۸) فلسفہ حیدری ملکی کی نظموں کا ترجمہ پیرس ۱۸۴۵ء

(۲۹) ترجمہ و انتخاب احوال الصفا۔ پیرس ۱۸۶۴ء

(۳۰) مذہب اسلام کے عقائد ماخوذ از قرآن پیرس ۱۸۲۹ء

(۳۱) انتخاب کلام میر تقی میر مع ترجمہ۔ پیرس ۱۸۲۶ء

(۳۲) ترجمہ تشریح قواعد اہل اسلام پیرس ۱۸۲۲ء

(۳۳) پند آموز قصوں کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۲۱ء

(۳۴) ترجمہ قصہ کامروپ مؤلفہ تحسین الدین۔ پیرس ۱۸۳۴ء

(۳۵) عہدِ آہی کی مدت دستور اس کی ایک ہندی کتاب کا ترجمہ پیرس ۱۸۵۲ء

(۳۶) انتخاب کلام ولی مع ترجمہ۔ پیرس ۱۸۳۶ء

تاسی کی بہترین تالیف تذکرۂ شعرائے اردو ہے جو دو ضخیم جلدوں میں اول پیرس ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا ہے اس کے بعد مؤلف نے نظر ثانی کر کے ۱۸۷۰ء میں اس کا ایک دوسرا ترمیم شدہ اڈیشن تین جلدوں میں شائع کیا ہے اور اردو ہندی کی تاریخ اور اصناف سخن پر ایک طویل اور جامع مقدمہ لکھا ہے اس میں تقریباً تین ہزار اردو ہندی شعراء و مصنفین کے حالات ہیں۔

انگریزوں نے اردو زبان پر یہ احسان عظیم کیا کہ ہندوستان کے سول اور فوجی یورپین عہدہ داروں کی مشرقی زبانوں کی تعلیم کے لئے مارکوئس آف ویلزلی گورنر جنرل ہندوستان کی سرپرستی میں بمقام فورٹ ولیم کلکتہ ایک کالج قایم کیا ڈاکٹر گلکرائسٹ اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنا فرض اس سرگرمی کے ساتھ ادا کیا کہ اردو زبان کو ہمیشہ کے لئے اپنا ممنونِ احسان بنا لیا۔

انگریزوں کا اردو پر یہ احسان بھی کیا کم ہے کہ ۱۸۴۶ء میں جب فارسی زبان سرکاری دفاتر سے متروک ہو گئی تو اس کی جانشینی کے لئے اردو زبان کو منتخب کیا گیا حکومت کی نظر میں ہندوستان کی زبانوں میں سوائے اردو کے کوئی دوسری زبان اس قابل نہیں سمجھی گئی کہ سرکاری دفاتر کی زبان بن سکے صدر عدالت دیوانی سے حکم صادر کیا گیا کہ اس کی تمام ماتحت عدالتوں میں اردو زبان کو رواج دیا جائے اردو مصنفات پر انعامات مقرر ہوئے مدارس میں اردو کی تعلیم شروع کی گئی۔ اردو زبان کے ساتھ انگریزوں کی دلچسپی اس واقعہ سے بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آج سے تقریباً پچاس ساٹھ سال پیشتر جو اردو اخبارات صوبہ متحدہ اور پنجاب میں شائع ہوتے تھے نصف یا تہائی کے قریب ان کے خریدار انگریز ہوتے تھے برخلاف اس کے آج شاذ و نادر ہی کوئی انگریز اردو اخبار کا خریدار ہو گا۔

خود ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند کو بھی اردو سیکھنے کا شوق ہوا آگرہ کے مولوی برکت اللہ صاحب مرحوم

ملکہ کو اردو پڑھانے کے لئے لندن بھیجے گئے ملکہ نے تھوڑے عرصہ میں اس قدر اردو سیکھ لی کہ آپ
اپنا روزنامچہ اردو میں لکھا کرتی تھیں۔

یہاں تک تو شعرائے اردو کا تذکرہ تھا ان کے متعلق باوجود کوشش و تحقیق کے اس بات کا پتہ نہیں چل سکا کہ اہل یورپ میں اردو کا سب سے پہلا شاعر کون ہے لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں[19] صدی کے آغاز میں اہل یورپ میں اردو شعر گوئی کا مذاق پیدا ہو گیا تھا جو کہ اس زمانہ میں ہندوستان میں اردو شاعری شباب پر تھی گھر گھر شعر و سخن کے چرچے تھے جا بجا مشاعرے ہوا کرتے تھے، اہل یورپ اور ہندوستانیوں میں مخلصانہ تعلقات کے قیام کے باعث اکثر اہل یورپ مسلمانوں کی مجلسوں اور صحبتوں میں شریک رہا کرتے تھے ان باتوں نے ان میں شعر و شاعری کا مذاق پیدا کر دیا اور غالباً اسی طرح اہل یورپ کو اردو شعر گوئی کی ترغیب ہوئی اور انھوں نے شعر کہنا شروع کیا۔

اب تک یورپین شعرائے اردو کے متعلق کوئی خاص تذکرہ نہیں لکھا گیا عام شعرائے اردو کے جس قدر تذکرے ہیں ان میں یورپین شعرائے اردو کے کچھ کچھ حالات ملتے ہیں لیکن کسی تذکرے سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اہل یورپ میں سب سے پہلے کس نے اردو میں شعر کہا عام شعرائے اردو کے تذکروں میں صرف دس بارہ یورپین شعرائے اردو کے نام ملتے ہیں جن میں بعض خالص یورپین نہیں تو یوریشین النسل ضرور ہیں

مجھے اس تذکرہ کی تالیف و ترتیب کے لئے تقریباً اسی شعرائے اردو کے قلمی و مطبوعہ تذکروں کی ورق گردانی کرنی پڑی بہت سے تذکروں میں کسی یورپین شاعر کا ایک آدھ نام بھی نہ ملا بعض تذکروں میں صرف دو تین نام ملے اور حالات کا تو بالکل پتہ نہیں چل سکا نہ کلام کے صرف ایک دو شعر لکھے نظر آئے حتیٰ کہ بعض صاحب دیوان شعرا کے حالات بھی ایک دو سطر سے زیادہ نہ ملے اردو تذکروں کے علاوہ انگریزی تاریخوں اور انگریزی رسالوں سے ان شعراء کے حالات فراہم کئے گئے ہیں غرض بڑی کوشش اور عرق ریزی کے ساتھ ایک ایک پھول چن کر یہ گلدستہ تیار کر کے ارباب نظر اور اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اگر ارباب علم نے یہ چیز پسند کر کے اس کی قدر کی تو

اس کو پسند فرمایا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تذکرہ اپنی قسم کا پہلا تذکرہ ہے آج تک اُردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جن کتابوں اور رسالوں سے اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں مدد لی گئی ہے اُن کی فہرست بھی درج کر دی گئی ہے فقط

خاکسار

محمد سردار علی

کتب خانہ شمسی چوک
حیدرآباد دکن
مورخہ یکم ع الاول ١٣٤٤ھ

ماخذ تالیف

اس تذکرہ کی ترتیب و تالیف میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

(۱) تذکرۂ شعرائے اردو مؤلفہ گارسن دتاسی (زبان فرنچ) تاسی نے شعرائے اردو کا یہ تذکرہ پیرس سے ۱۸۴۷ء میں دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا اس کے بعد ۱۸۷۰ء میں نظر ثانی کرکے مؤلف نے مزید شعراء کے حالات اضافہ کئے اور اس کا دوسرا اڈیشن تین ضخیم جلدوں میں ۱۸۷۱ء میں پیرس سے شائع کیا اس کے شروع میں اردو ہندی کی تاریخ اور اصناف سخن پر ایک طویل اور عمدہ مقدمہ لکھا ہے اس تذکرہ میں تین ہزار اردو ہندی شعراء کے حالات ہیں جس میں ۲۵ ہندی کے اور بقیہ ۲۰۵ اردو شعرا کے۔ تالی الذکر تعداد میں ۲ مسلمان شعراء ہیں۔

(۲) طبقات الشعراء مؤلفہ منشی کریم الدین۔ مسٹر ایف فیلن مشہور یورپین نے گارسن دتاسی کے فرانسیسی تذکرہ کا انگریزی میں خلاصہ کے طور پر ترجمہ کیا تھا منشی کریم الدین نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۴۸ء میں بمقام دہلی چھپا ہے۔

(۳) گلشن بیخار مؤلفہ نواب محمد مصطفیٰ خان شیفتہ۔ اس کا سن تالیف ۱۲۴۸ھ ہے اردو شعراء کے حالات فارسی زبان میں لکھے ہیں اس میں تقریباً ۶ سو اردو شعراء کا حال اور ان کے کلام کا انتخاب ہے صفحات ۲۷۲ ہیں۔

(۴) سخن شعراء مؤلفہ عبدالغفور خان نساخ زمانہ حال کا بہت عمدہ تذکرہ ہے سن تالیف ۱۲۸۱ ہجری ہے ۵۸۲ صفحات ہیں۔

(۵) خمخانۂ جاوید یا تذکرۂ ہزار داستان مؤلفہ لالہ سری رام ایم اے۔ یہ کوئی اردو کے شعرائے ماضی و حال کا مکمل تذکرہ ہے اب تک اس کی تین ضخیم جلدیں شائع ہوئی ہیں تیسری جلد ردیف ل سے مسقط پر ختم ہوئی ہے تیسری جلد کا سن طبع ۱۹۱۷ء ہے

(۶) انتخاب یادگار مؤلفہ منشی امیر احمد مینائی امیر۔ اس کا سن تالیف ۱۲۹۰ھ ہے نواب کلب علیخاں والی ریاست رامپور کی فرمایش سے یہ تذکرہ لکھا گیا ہے اس میں صرف اُن شعرائے اردو کا ذکر ہے جن کا وطن ریاست رامپور ہے یا اس ریاست سے متوسل رہے ہیں۔

(۷) یادگار ضیغم مؤلفہ محمد عبداللہ خاں ضیغم۔ اس کا سن تالیف ۱۳۰۲ ہجری ہے اس میں مؤلف نے اُن شعراء کا تذکرہ لکھا ہے جو ۱۳۰۲ھ میں زندہ تھے یہ تذکرہ ۲۴۵ صفحات پر مشتمل ہے

(۸) تذکرۂ فرح بخش مؤلفہ نواب یار محمد خاں خلف نواب فوجدار محمد خاں رئیس بھوپال۔ اس کا سن تالیف ۱۲۸۰ھ ہے اس مختصر تذکرہ میں ان شعرائے اردو کا ذکر ہے جو ریاست بھوپال میں رہتے تھے یا جن کا توسل اس ریاست سے تھا صفحات ۱۰۷ ہیں۔

(۹) عمدۃ المنتخبہ مؤلفہ نواب میر محمد خاں سرور۔ یہ نہایت ضخیم تذکرہ ہے اس کا سن تالیف ۱۲۲۲ ہجری ہے اس میں تقریبًا بارہ سو اردو شعراء کے حالات ہیں یہ تذکرہ قلمی ہے۔

(۱۰) خطبات گارسن دتاسی گارسن دتاسی کے لکچر جو بمقام پیرس اردو زبان کی تاریخ پر ۱۸۵۴ء میں دیئے گئے تھے اور جن کا اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو نے نواب مسعود جنگ بہادر سے کرا کر اپنے رسالہ اردو میں شائع کیا ہے۔

(۱۱) انتخاب دواوین مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی۔

(۱۲) نیو اورینٹ لاہور۔ رسالہ انگریزی جلد ۱ نمبر ۲ بابتہ فروری ۱۹۲۵ء۔

(۱۳) مخزن۔ بابتہ مارچ ۱۹۰۹ء طبع دہلی۔

(۱۴) فہرست کتب خانہ شاہ اودھ مرتبہ ڈاکٹر اسپرنگر جلد اول۔

(۱۵) جرنل آف انڈین ہسٹری مطبوعہ الہ آباد جلد اول حصہ دوم (انگریزی) جلد سوم حصہ دوم

(۱۶) گلستان بیخزاں ملقب بہ نغمۂ عندلیب مؤلفہ حکیم قطب الدین خاں باطن دہلوی۔

(۱۷) سراپا سخن مؤلفہ سید محسن علی بیخود۔

(۱۸) رسالہ اردو اورنگ آباد جلد چہارم حصہ سیزدہم و پانزدہم بابتہ ۱۹۲۴ء۔

(۱۹) رسالہ معارف اعظم گڑھ۔ جلد دہم عدد دوم بابتہ ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپین شعرائے اردو

آزاد | الکزینڈر ہیڈرلی (Alexender Hederley) نام آزاد تخلص باپ کا نام جیمز ہیڈرلی تھا۔ ان کے خاندان کے حالات کا پتہ نہیں چل سکا البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ انیسویں صدی کے اوائل میں دہلی آئے تھے۔ الکزینڈر ہیڈرلی کے باپ نے مسلمان عورت سے شادی کی تھی جس کے باعث ہندوستانی طرز معاشرت اختیار کی۔ آزاد کی پرورش و تربیت بھی اہلِ اسلام کے طرز پر ہوئی تھی اور مسلمانوں کی صحبت نے ان میں شعر و سخن کا ذوق پیدا کر دیا تھا۔ آزاد اٹھارہ سال کی عمر میں شعر کہنے لگے چونکہ فطرتاً ان کو شاعری کا مذاق تھا اس لئے بہت جلد ان کے کلام کا شہرہ ہو گیا بہت سے بذلہ سنج احباب کا ان کے پاس مجمع رہا کرتا تھا آزاد نواب زین العابدین خان عارف[1] دہلوی کے شاگرد تھے اور کبھی کبھی مرزا غالب سے بھی بذریعہ خط و کتابت اصلاح لیا کرتے تھے آزاد نے اپنے استاد عارف کی تعریف میں ایک قصیدہ اور ماتم میں ایک مرثیہ مع تاریخ وفات لکھا ہے جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

آزاد کو طب میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی اور بالخصوص امراض چشم کے علاج میں بہت مشہور تھے۔ کہتے ہیں کہ مریضوں کو دوائیں بھی اپنے پاس سے مفت دیا کرتے تھے کوچہ

---

[1] نواب زین العابدین خان عارف دہلوی خلف نواب غلام حسین خان تخلص مسرور شاگرد شاہ نصیر مرزا غالب 1268ھ (?) 1852ء میں انتقال کیا صاحب دیوان ہیں۔

ان کی فیاضی اور اولو العزمی کی شہرت دور دور تک پہنچی تھی اس فیاضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد کا تمام سرمایہ ختم ہو گیا اور مجبوراً ان کو ملازمت اختیار کرنی پڑی ریاست الور میں ان کو توپ خانہ کی کپتانی مل گئی لیکن ملازمت اختیار کرنے کے ایک سال کے اندر ہی عین عالم شباب میں وفات پائی تاریخ وفات ۲۷ جولائی ۱۸۶۱ء ۱۲۷۷ھ ہے آزاد نے ۳۲ برس کی عمر میں انتقال کیا اس حساب سے سن ولادت ۱۸۲۹ء ہونا چاہئے۔

چونکہ آزاد فطرتاً ذوق شاعری اور رہنمہ گیر طبعیت رکھتے تھے اس لئے انھوں نے ہر صنف کلام پر جوش طبع آزمائی کی ہے آپ کے کلام میں مضامین کی لطافت الفاظ کی شستگی محاورات کی ترکیب قابل داد ہے آپ تشبیہیں اور استعارے بالکل نئے طریق پر استعمال کرتے ہیں زبان بالکل صاف۔ روانی بیان پختہ کار شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

الکزینڈر ہیڈرلی آزاد کے سوا کبھی کبھی الک بھی تخلص استعمال کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ الک الکزینڈر کا مخفف ہے۔

آزاد کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی نے جو ریاست بھرت پور میں ڈپٹی تھے اپنے بھائی آزاد کے عزیز دوست میر شوکت علی فتحپوری کی مدد سے آزاد کا کلام جمع کر کے دیوان ترتیب دیا اور ۱۸۶۳ء ۱۲۷۹ھ میں مطبع احمدی آگرہ میں طبع کرا کر شائع کیا۔ دیوان میں دو دیباچے ہیں ایک فارسی دوسرا اردو۔ اول الذکر دیباچہ منشی شوکت علی صاحب فتحپوری نے لکھا ہے اور ثانی الذکر مختصر دیباچہ آزاد کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی نے لکھا ہے دیباچہ کی زبان بہت صاف ہے جس سے یہ چلتا ہے کہ آزاد کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی بھی اردو کے اچھے انشا پرداز تھے۔

آزاد کے دیوان میں قصائد۔ غزلیات منظوم خطوط تاریخی قطعات اور مخمس ہیں اور صفحے ۱۷۰ ہیں۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

رہے ہے وحدت وہی دیر و حرم میں جلوہ آرا ہے   ازل سے محو ہوں جس کے جمال حیرت افزا کا

میری صورت سے کہے دیتی ہے میرا ارادِ دل — میرے تیور دیکھ کر وہ مجھ سے بدظن ہو گیا

سوزشِ دل نے الٰہی کونسی کی تھی کمی — جو جلانے کو مرے داغ جگر پیدا ہوا

تمام عمر رہا میں سبھوں سے بیگانہ — رہا میں اس پہ بھی غربت میں گو وطن میں رہا

حریص مایۂ ہستی تھا کس قدر آزاد — تمام عمر تلاش مٹے ہیں میں رہا

صبح تک سب جاگتے ہیں تب کو سو سکتا ہے کو — نالۂ پر شور سے ہی میرے گھر گھر رت جگا

بزم میں اٹھتے ہی ان کے رشتۂ رونق سے نقاب — جام مے سورج سا مہتاب میاں گیا

آتا ہے نظر خانۂ صیاد گلستاں — جانے کا کہاں قصد کریں ہو کے رہا ہم

ہنگام سحر بادہ گساری کا مزہ ہے — اوقات کریں اپنی تلف بہر دعا ہم

میں نہ کہتا تھا کہ دیگا صاف یہ منہ پر جواب — دیکھا تم دیکھنا مست انجمن میں آئینہ

عیاں ہے سب میں کہاں ہے مخفی کب اس کا جلوہ نقاب میں ہے۔
قصور اپنی نگاہ کا ہے وگرنہ کب وہ حجاب میں ہے

نہ دے جو بوسہ گیسو نہ دے جواب تو دے — ملا ہے جو تجھے دیا ہو دے تتاب تو دے

اس نے اس طرح کیا ایک جو بگاڑی ہم سے — کچھ نہ کچھ بات رقیبوں نے بنائی ہو گی

اے اہل دید دیکھ لو آنکھوں سے کیا ہے آج — میں کیا کہوں کہ دہر میں کیا ہو رہا ہے آج

اب دیکھئے کسی کٹے گی مری عمر کس طرح — جو میرا جان نواز تھا سو مر گیا ہے آج

اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت — وہ غم میں مجھ کو چھوڑ کے تنہا چلا ہے آج

کب دیکھ کے ڈرتے ہیں تری زلف دوتا ہم — گر ایک بلا وہ ہے تو ہیں ایک بلا ہم

تقدیر پہ شاکر رہے راضی برضا ہم — اب کس کی شکایت کریں اور کس کا گلا ہم

محفل سے تری اٹھائیں گے ہم — یوں غیر کا دل مٹھائیں گے ہم

ہو کے خاک عالم میں ترے کشتگاں بکھرنے لگے — مصر میں جیسے غبار کارواں پھرنے لگے

ہم ازل سے ہیں کسی کی آستاں کے جبیں ساں — ڈرتے ہیں ہم سے اگر اب آسماں پھرنے لگے

بارے خدا کے ہاں بھی تکلف قبول ہے — میل فلک یہ ڈالی ستاروں کی جھول ہے

پانی کے رہے پیتا ہوں تو رہا نہ سر تنک — کھانا پسند غیر جراحت نہیں مجھے

پھرتا ہوں تنگنائے جہاں میں چھپا چھپا — طالع سے رستخیز کے طاقت نہیں مجھے

کاہاک اتنا ہو کہ جیسے سے میر ہوں — بے وجہ ترکش فکر معیت نہیں مجھے

جس قدر روئے گئے دو بالا ہوا سوز جگر — آب اشک چشم گریاں اس پہ روغن ہو گیا

بیکسی میں سخت مشکل ہے چھپانا راز کا — رنگ تنہا ہے شکست توبہ کی آواز کا

گریاں کھو دیں سے ہم رہے آزاد عالم میں — یہ پہنچی ہاتھ تک تسبیح اور رہا گردن تک

حسب پا یاد قسموں لے پاؤں کا پیر سراغ — سر کے بل جاتا ہوں نت کوئے جاناں کی طرف

کیا لطف ہے بے لطف ہو گر عیش تمہارا — محفل میں اگر تجھ سے نہ ستر پاؤں تو آؤں

کیا گھر میں تمہارے در و دیوار کو دیکھوں — تم اپنی جو صورت مجھے دکھلاؤ تو آؤں

آج دشمن اگر خراب نہیں — کیا زمانے میں انقلاب نہیں

عقل سے باہر ہے میری تیرہ بختی کا بیاں — سنگ موسیٰ ہو اگر لوں سنگ مرمر ہاتھ میں

تیرے دیوانے کے پیچھے کیا ہے لڑکوں کا ہجوم — کچھ ہیں پتھر جھولیوں میں کچھ ہیں پتھر ہاتھ میں

از بسکہ خوف ناک ہوں جور فلک سے میں — ڈرتا ہوں آسمان سمجھ کر حباب کو

عالم ہے ناز اُن کا ہمارے نیاز پر — سو گالیاں ہیں ایک دعا کے ساتھ

وہ مکدر ہوا ہے دل اس کا — کوئی صورت نہیں صفائی کی

ڈوب جانے میں کیا رہا باقی — آپ سے سلسلہ آشنائی کی

اسٹان اسٹیفن یا اسٹیوس (Stephen or Stevens) نام اسٹان
تخلص دہلی میں پیدا ہوئے ان کے باپ یورپین تھے بچپن سے اسٹان کو اردو شاعری
دلچسپی تھی اور ہمیشہ شعراء و علماء کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے اسٹان کا سنہ پیدائش یا سنہ وفات

معلوم نہ ہو سکا لیکن اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ ۱۸۵۲ء میں زندہ تھے۔ دکا[1] نے ان کو اپنے
خاص دوستوں میں شمار کیا ہے نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

خط کا یہ جواب آیا لکھا جو کبھی بھیجا خط — کر ڈالوں گا اک دم میں ترے آن کے پرزے

اسیر | بلتھزر (Balthazar) نام اسیر تخلص اردو کے بہت اچھے شاعر اور شاہ نصیر[2]
کے نامی شاگردوں میں تھے ثمرو صاحب فرانسیسی کے بیٹے ظفریاب خاں[3] صاحب کے خاص
دوستوں میں تھے اسیر نہایت شجاع اور قوی آدمی تھے نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

شمع فانوس میں در پردہ جلی ہے دیکھو — شعلۂ آہ نکالے ہے جگر سے باہر
ہم اس آئینہ رو کے ہجر میں یوں زیست کرتے ہیں — کہ بسمل کی سی حالت ہے جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

ایرن | ایرن جیکب (Irene Jacob) نام ایرن تخلص گورکھپور (صوبہ
متحدہ) میں سکونت پذیر تھے اردو شعر و سخن کے ساتھ ان کی طبیعت کو خاص لگاؤ تھا یاس[4]
حیدرآبادی سے تلمذ تھا اس سے زیادہ کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ترا تیر دل سے جدا ہو رہا ہے — یہ ظلم او کماندار کیا ہو رہا ہے
یہ کیا چپکے چپکے شکایت ہے اے دل — خبردار کس کا گلہ ہو رہا ہے
لگی چوٹ ایرن کے دل پر یہ کیسی — کہ ہر وقت ذکرِ خدا ہو رہا ہے

ہاتھ میں سبحہ ہے لب پر ہے رام رام اے بت — بس یہی دین ہے میرا یہی ایمان مرا
حسرت اس کی نہیں کیا ہو گیا دل — گر یہ یاد ہے پہلو میں تھا دل

۱؎ جوش پیر دکا دہلوی نے اپنے استاد اور آقا نصیر الدین نصیر عرف کلو کی [illegible] اردو شعرا کا ایک تذکرہ ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳ء لکھے دو رسالوں میں ۱۲ سال میں تالیف کیا تھا جس کا نام عیار الشعرا ہے یہ ایک تذکرہ ہے ڈاکٹر اسپرنگر کے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ تھا دکا نے ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی ۱۲ ۲؎ شاہ نصیر الدین دہلوی تخلص نصیر عرف میاں کلو شاگرد شاہ محمدی مائل دہلوی سید ولال کے دور حکومت میں حیدرآباد دکن کو گئے چار دفعہ حیدرآباد گئے اور آئے چوتھی دفعہ حیدرآباد میں انتقال کیا اور احاطہ درگاہ شاہ موسیٰ شاہ صاحب قادری [illegible] میں دفن ہوئے صاحب دیوان ہیں ۱۲ ۳؎ نواب ظفریاب خاں [illegible] سمرو کی بیوی بیگم سمرو نے گود لیا تھا دہلی میں سکونت تھی اردو شعر اچھا کہتے تھے ۱۲ ۴؎ سید [illegible] احمد [illegible] حیدرآبادی شاگرد امیر احمد امیر مینائی آپ کا شمار [illegible] حال کے مشہور شعرا میں ہوتا ہے آپ نے ۱۸۹۹ء میں [illegible] [illegible] کا لاتعداد [illegible] اس وقت [illegible] ان کی عمر [illegible] سال سے زیادہ ہے ۱۲

محبت سے رکھے کے قائل یہی ہے — حسیں جس پہ مائل ہوں وہ دل یہی ہے
مرے بت سے اچھی نہیں حور جنت — اگر پیار کر لے تو قاتل یہی ہے
نکلتی کس طرح سے دیکھ جائیں جان بسمل کی — نظارہ ہو دم آخر بر آئے آرزو دل کی
ستم ایسا کر لے باغباں فصل بہاری میں — گرائیں بجلیاں آشیانہ ہو آہیں عنادل کی

شکر | ڈانیال سنفر طیس تھیل گارڈنر نام شکر تخلص ضلع ایٹہ میں رہتے تھے ان کے بزرگوار سرکار انگریزی میں معزز عہدوں پر کارگزار رہے تھے پہلے فنا کے شاگرد تھے اس کے بعد مرزا عباس حسین[1] ہوش لکھنوی سے مشورہ سخن کرنے لگے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

زمیں ہے اس جگہ نے آسماں ہے — تعالی اللہ کہاں پایا مکاں ہے
زمین و آسماں کے درمیاں ہے — معلق مرغ دل کا آشیاں ہے
اٹھا لوں کوہ غم مثل پر کاہ — اگر سر دوستوں پہ بار گراں ہے
ہوا گردش سے ثابت بعد تحقیق — زمیں کہتے ہیں جس کو آسماں ہے
لحد میں کیوں ٹھکے لے جانے والو — عدم کی راہ میں سرا کہاں ہے
یہ بجلی تیرے دامن کا ہے پر تو — یہ بادل میری آہوں کا دھواں ہے

دعائیں ہوئیں کارگر رفتہ رفتہ — ہوا مدتوں میں اثر رفتہ رفتہ
تڑپتے تڑپتے شب غم کٹی ہے — ہوئی ہے خوشی کی سحر رفتہ رفتہ
بلا آ نہ جائے کہیں میرے سر پر — چلی زلف پھر تا کمر رفتہ رفتہ
بہیں شمع آنسو یہ رک رک کے آتے — نکلتے ہیں لخت جگر رفتہ رفتہ

شور | جارج برنس شور (George Burns Shore) نام شور تخلص علیگڈھ میں

---

[1] مرزا عباس حسن تخلص ہوش لکھنؤ کے رہنے والے ہیں آفتاب الدولہ ارشد علی خاں قلق لکھنوی کے شاگرد ہیں ۱۱

رہتے تھے فارسی، اردو میں اچھی مہارت تھی۔ صاحب تذکرۃ الشعرا مسٹی کریم الدین[1] اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۲۶۱ ہجری (سنہ ۱۸۴۴ء) میں میرے مکان پر مشاعرے ہوا کرتے تھے ان مشاعروں میں پڑھنے کے لئے شور اپنی غزلیں اکثر بھیجا کرتے تھے شور کے دو اردو دیوان چھپ گئے ہیں لیکن نایاب ہیں دونوں دیوان مختار المطابع میرٹھ میں چھپے ہیں سنہ طبع سنہ ۱۸۷۸ء / ۱۲۹۵ھ ہے دوسرا دیوان ۲۲۶ صفحوں پر مشتمل ہے نمونہ کلام حسب ذیل ہے

دیر و حرم میں تو نہ دے ترجیح راہ دا — سر جس طرف جھکا یا وہی سجدہ گاہ تھی
ماہر تھا اپنی جان سے ایسا ترا مریض — دیکھے سے جس کے حالت عیسیٰ تباہ تھی
مل لے یہ بے وجودی کہ خودی سے بھلا دیا — ورنہ یہ زیست مرگ کی اپنے گواہ تھی

شہزادہ مسیحی | شہزادہ مسیحی (Christion Prince) نام تخلص شہزادہ ان کے بزرگوار فرانسیسی تھے جو عہد اکبر شاہ میں ہندوستان آئے تھے شہزادہ مسیحی رومن کیتھولک تھے اور سنہ ۱۸۱۹ء میں کونسل بھوپال مسیحی کے ممبر تھے کہتے ہیں کہ اردو زبان میں اچھی مہارت تھی اردو شاعری کا ذوق بہت اچھا تھا طبیعت اچھی پائی تھی اردو شعر بہت اچھے کہتے تھے افسوس کہ کسی تذکرہ میں ان کے کلام کا نمونہ نہ ملا۔

صاحب | الوسیس رین ہارڈٹ (Aloyous Reinharrdt) نام صاحب تخلص تھا ان کا خطاب نواب ظفریاب خان مظفر الدولہ تھا اور اسی نام سے مشہور تھے سردھنے کی مشہور بیگم سمرو[2] ملقب بہ زینت النساء کے فرزند تھے مسلمانوں کا لباس پہنتے تھے اور ان کی طرز معاشرت بالکل اہل اسلام کی طرح تھی ان کی اردو شاعری کی بہت شہرت تھی ان کے اشعار کو بہت مقبولیت حاصل تھی دہلی میں ان کے مکان پر مشاعرے ہوتے تھے شہر کے

---

[1] مسٹی کریم الدین پانی پت کے رہنے والے تھے سنہ ۱۸۵۲ء / ۱۲۶۸ھ میں ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ان کا تذکرہ شعرائے اردو بہت مشہور رہے ۱۲

[2] بیگم سمرو عرف زیب النساء ایک عرب مسلمان کی بیٹی تھی اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور جنرل سومر سے شادی کر لی تھی اپنے شوہر کے وفات کے بعد وہ سردھنہ کی رانی ہوئی بیگم سمرو نے ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۳۶ء کو وفات پائی ۱۲

ممتاز اور مشہور شعرا ان مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان مشاعروں کے بڑے چرچے تھے نواب سرور[1] بھی برابر شریک ہوا کرتے تھے جن کے مشہور تذکرۂ شعرا سے یہ حالات معلوم ہو سکے ہیں

صاحب حیراتی خاں دلسوز[2] کے شاگرد تھے علم موسیقی اور مصوری میں اچھا دخل رکھتے تھے، آپ نے عین عالم شباب میں ۱۸۲۷ء میں وفات پائی نمونہ کلام حسب ذیل ہے؛

نظر آیا مجھے شب بام پہ پیارا ایسا   بارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا ایسا
ہے زلف حلقۂ زلف خط دلبر کے آس پاس   یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

صاحب | مسٹر جوہانس (Johans) نام صاحب تخلص شعر بہت اچھا کہتے تھے میر وزیر علی صبا[3] کے شاگرد تھے اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے نمونہ کلام حسب ذیل ہے ۔

دیکھ یا توڑ کے وحشت میں نکل جاؤں گا   مجھ کو پہناتے ہو زنجیر یہ زنجیر شکست

صاحب | جارج فانٹوم نام صاحب تخلص ان کے والد کا نام کپتان برنارڈ فانٹوم تھا یہ فرانسیسی الاصل تھے ان کے والد نواب نظام الملک والی دکن کی سرکار میں فرانسیسی فوج کے کپتان تھے۔ موسیو ریمونڈ کی فرانسیسی فوج کے افسر اعلیٰ ان کے رشتہ دار تھے ۱۸۱۶ء میں پنشن لیکر بقیہ عمر امرا و رؤسا ہند کے علاج معالجہ میں بسر کی صاحب کے والد کا انتقال ۱۸۰۵ء میں ہوا۔

صاحب کا سنہ پیدائش معلوم نہیں لیکن اتنا معلوم ہوا ہے کہ ۱۸۲۹ء میں وہ زندہ تھے اور ان کی عمر چالیس برس سے زیادہ تھی ان کا بانی تعلق ریاست تارا پور سے تھا صاحب نے

---

[1] اعظم الدولہ نواب میر محمد خاں سرور تخلص ... شاگرد محمد خاں بیگ ... عمدۂ منتخبہ ... تذکرۂ شعرائے اردو کا ایک تذکرہ لکھا ہے صاحب دیوان ... ۱۲۴۸ھ میں انتقال کیا ۱۲ [illegible]
[2] دلسوز ... قوم افغان ... [illegible] ... انتقال کیا ۱۲
[3] میر ... [illegible] ... شاگرد ... دیوان شائع ہو چکا ہے ... انتقال کیا ۱۲



حافظ شیرازی کے علاوہ مولوی محمد نور الاسلام اور مولوی محمد حفیظ اللہ سے فارسی اور عربی کتابیں پڑھی تھیں۔ شعر و سخن میں میر نجف علی شفقت[۱] سے مشورہ لیتے تھے اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے۔ صاحب کے علاوہ کبھی کبھی حزین بھی تخلص کرتے تھے نمونۂ کلام حسب ذیل ہے ــ

یہ آرزو ہے ترے آنے کی مجھے لے شوخ　　　کہ جھوٹے وعدوں سے بھی انتظار باقی ہے

امید صبح وصال صنم نماند مرا　　　شب فراق بروز سیہ نشاند مرا

گر دوست مرا دوست ندارم چہ کنم　　　بر حال من ار رحم نیارد چہ کنم

راضی برضائے دوست باش ای حزیں　　　تحریر ازل نمی شود رد چہ کنم

بسا جواہر خوش آب در تہ دریا　　　فتادہ است کہ کس ہیچ ازاں ندارد یاد

بسا گل کہ دمیدہ است و کس ندید آں را　　　کہ بوئے خویش بویرانہ می دہد برباد

طوماس

جان تھامس (　　　) نام طوماس تخلص تھا۔ عام طور پر خاں صاحب کے نام سے مشہور تھے ان کے باپ کا نام جارج تھامس[۲] عرف جہازی صاحب تھا طوماس پہلے ہانسی میں رہتے تھے ۱۸۰۲ء میں دہلی چلے آئے اور آخر دم تک یہیں کے ہو رہے اردو شعر کہنے میں اچھی مشق بہم پہنچائی تھی۔ دہلی کے مشہور شعرا میں شمار کئے جاتے تھے، شاہ نصیر[۳] سے تلمذ تھا نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

---

[۱] سید نجف علی شفقت لدیار محمد شاہ درگاہی صاحب کے خلیفہ تھے شاہ نصیر کے شاگرد تھے رامپور میں رہتے تھے ۱۱ ذیقعدہ ۱۲۸۶ ہجری میں ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی ۱۲

[۲] جارج تھامس قوم آئرش سے تھا انگریزی فوج کے ساتھ ملاح کی حیثیت سے ہندوستان میں آیا تھا بعد میں بیگم سمرو کی فوج میں ملازم ہو گیا بڑا بہادر تھا اس نے دو موقع پر بڑی بہادری دکھائی تھی ایک موقع پر گوکل گڑھ میں بادشاہ شاہ عالم کی جان بچائی تھی، دوسرے موقع پر جبکہ ۱۷۹۲ء میں نواب ظفر یاب خاں نے اپنی ماں کے خلاف بغاوت کی تھی تو بیگم سمرو کو اس نے بڑی بہادری سے بچایا تھا ۱۲

[۳] شاہ نصیر الدین نصیر دہلوی شاگرد میر شمس الدین مائل ۱۱

سودا ہے زلفِ یوسفِ ثانی کا اس قدر — روتے ہیں ہم کھڑے سرِ بازار زار زار

فراسو

فراں کوئس کوئیں (نام فراسو) تخلص تھا ان کے والد کا نام آگسٹن تھا جو فرانسیسی تھے اور بیگم سمرو کے ہاں ملازم تھے فراسو ہندوستان میں پیدا ہوئے بیگم سمرو کے درباری شعراء میں سب سے زیادہ ممتاز تھے ان کی شاعری کی بہت شہرت تھی ان کے تصانیف کثیر التعداد ہیں ان کا دیوان جو عرصے سے نایاب تھا حال میں اس کا ایک نسخہ دہلی میں ملا ہے جو اس وقت لالہ سری رام صاحب[1] دہلوی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ فراسو کی دیگر تصانیف کا پتہ نہیں ہے۔ خیراتی خان دلسوز سے تلمذ تھا نمونہ کلام حسب ذیل ہے :-

جب خواب میں دیکھا تو نظر کئی باہیں گے — قسمت ہے کہ گر خواب کی تعبیر اُلٹ جائے

دیکھتا ہے کیا ہی مجھ کو لے یار مسکرا — تک واسطے خدا کے یکبار مسکرانا

جیسوں کو اے ستمگر تیرے دہن کے آگے — ہنسنا تو یک طرف ہے دشوار مسکرانا

ہاتھوں نے یہ نہ ایک تار گریباں میں چھوڑا — پاؤں نے یہ اک خار بیاباں میں چھوڑا

دم جدا مجھ سے ہوا اور میں جدا دم سے ہوا — رفتہ رفتہ یہ مرا حال ترے غم سے ہوا

مجھ کو کہتے ہیں بڑا ڈھیٹ ہے تجھے یاری کا — سوچیا طور ذرا آپ کی عیاری کا

یوں دل آوارہ اپنا اے فراسو گم ہوا — مرغ وحشی جیسے ہو کے آشیانے سے جدا

جو آپ کی دوری میں دل پر میرے غم گزرا — فرہاد پہ کم گزرا مجنوں پہ بھی کم گزرا

بہار رات فراسو کا جہاں وہ تیرے بن — کیا کہئے مرا اس سے جو کچھ کہ ستم گزرا

یہ تجھ سے دم کی خواہش ملک تمام لیتے ہیں — تمہارے نام کو ہم صبح سے تا شام لیتے ہیں

گاتے ہیں بول معرفت مرغ چمن علی الصباح — کہتے ہیں لے کے وجد میں سرو چمن علی الصباح

---

[1] لالہ سری رام ایم اے دہلوی رائے بہادر مدن گوپال صاحب بیرسٹر رئیس دہلی کے فرزند ہیں آپ نے سالہا سال کی محنت سے اردو کے مشہور شاعروں کا ایک تذکرہ لکھا ہے جس کا نام تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید ہے اس کی پانچ جلدیں شائع ہوئی ہیں بقیہ زیر تالیف ہیں ۱۲

رکھ اس کے تصور میں سدا دیدۂ تر بند | لازم ہے کہ کاشانۂ خلوت کا ہو در بند

اپنے تو سخت سکندر پہ فراسو مت اکڑ | دیکھ ذلت مر گیا آخر کو دارا کھینچ کر

قدرت نہیں جو آؤں تمہارے پلنگ پر | جب تک نہ تم بلاؤ کہ آ رے پلنگ پر

جس کے لئے بچھائے میں پھولوں کی سیج روز | وہ گل کبھی نہ آیا ہمارے پلنگ پر

اے دل مضطر تو زیر خاک یاروں کو نہ چھیڑ | چین سے اب تو عدم کے سونے والوں کو نہ چھیڑ

اے فراسو بقول شخص کیا ہے فائدہ | دم میں جو تم دم میں خفا ہو جانے والوں کو نہ چھیڑ

قاصد یہ کہیو اس بت مغرور سے الگ | کب تک رہو گے عاشق رنجور سے الگ

یار سے دور ہو گئے ہیں ہم | سخت رنجور ہو گئے ہیں ہم

جلتے دل کو فراسو کر کے سیر | موسی طور ہو گئے ہیں ہم

اب کے جو ملے مجھ سے تو یار ہے اور میں ہوں | اس وعدہ خلافی کی تکرار ہے اور میں ہوں

وہ دل مرا مانگے ہے میں وصل کا طالب ہوں | انکار ہے اور وہ ہے اقرار ہے اور میں ہوں

وہ دن گئے جب تیرا دیدار تھا اور میں تھا | اب رو رو آنکھوں سے دیوار ہے اور میں ہوں

کہوں میں دل کے تڑپنے کی کیا حقیقت آہ | خدا کسی کو دکھائے نہ اضطراب کے دن

ہم خاک ہوئے تو بھی در سے نہ ٹلے تیرے | الفت اسے کہتے ہیں چاہت کی یہ معنی ہیں

آنا دل ایک روز نہ دیکھا کبھو اسے | کیا لے کے میں کروں دل خانہ خراب کو

یوں ہم آغوش ہوں پری کے ساتھ | جس طرح جسم ہووے جی کے ساتھ

فلاطون اسم جانسٹن نام فلاطون تخلص تھا عام طور پر ڈاکٹر جیمی صاحب کے نام مشہور تھے حیدرآباد دکن میں ملازم تھے ڈاکٹری علاج معالجہ میں بڑا نام پیدا کیا تھا اب تک بھی حیدرآباد دکن کے باشندوں کی زبان پر ان کا نام ہے ان کے والد فوج میں کپتان کے عہدہ پر تھے۔ فلاطون کو اردو فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی اردو بہت فصیح بولتے تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے فارسی میں اسد اللہ احمد امیر بدر راہی کے

شاگرد تھے اردو میں مرزا مہدی حسین حیا سے تلمذ تھا ۱۸۵۶ء میں ان کی عمر پچاس برس کی
تھی نمونہ کلام حسب ذیل ہے —

کیوں حسرت ان پر نہ شکیب کر مر جائے عندلیب | ہے تقاضے گل سے وابستہ تقاضے عندلیب
جوش گل سے کم نہیں کچھ بلبلوں کا بھی ہجوم | ٹہنی ٹہنی پر نظر آتی ہے جائے عندلیب
کیا کرے گلشن سے اس کا آب و دانہ اٹھ گیا | دام میں جو دھنس گئی بیٹھے بٹھائے عندلیب
شاہد گل صاحب زر ہے چلے گا کچھ نہ زور | اس کی آنکھوں میں ہے کیا گرد نوائے عندلیب
حال دل ہے کر عشق گل میں کھو گئی آرام سے | درد سے دل ریاں ہوا آخر دوائے عندلیب

گر درد دل ز عالم جائی صبا طلب | این آتش نہ صورت آئی ما طلب
پرس از صبا حال دل ہاکشہ بن | ای گل راشتہ ماخبر آشنا طلب

مقبول | اکسش ... سلومرا ( ) نام مقبول
تخلص تھا ... النسل تھے۔ آگرہ میں قیام تھا اردو شعر اچھا کہتے تھے مرزا عنایت اعلی
ماہ کے شاگرد تھے نمونہ کلام حسب ذیل ہے: —

نکالوں کس طرح پہلو سے ٹکڑا اس سپہ پیکاں کا | کہ مدت ہیں گر دل میں ہوا ہے آج مہماں کا
کبھی دماغ میں ہے گاہ دل میں گاہ لب پر | بھٹکتی پھرتی ہے گھبرائے جسم زار میں روح
عجب تیرے کشتے کا دیوانہ پن ہے | نہ تابوت ہے نہ تار کفن ہے

واکر | واکر ( ) نام واکر تخلص تھا قوم انگریز کلکتہ میں رہتے
تھے اردو زبان بہت صاف بولتے تھے شعر بھی کہتے تھے نمونہ کلام یہ ہے: —

ح شعلہ ہے تن نور سے بلور کی ہڈی | کیوں رشک سے تیرے نہ جلے حور کی ہڈی
او طالب دنیا تجھے عبرت نہیں آتی | کھائی ہے زمیں خاک سے فغفور کی ہڈی
گر راست ہو قسمت ہو کسی باعث دولت | مشہور ہے کہ پاؤں میں تیمور کی ہڈی

لمعہ ۔ عنایت علی بیگ ماہ لکھنؤ کے باشندے تھے لیکن اکبرآباد میں سکونت اختیار کی تھی۔ خواجہ آتش کے
شاگرد اور صاحب دیوان ... ۱۱

تاثیر دم سرد کی ظاہر ہوئی جب سے ۔۔۔ ن ہو گیا یخ بن گئی کافور کی ہچکی

ڈائس سومبر | ڈائس سومبر ( ) کے باپ کا نام جارج لے ڈائس تھا۔ ڈائس سومبر کو بیگم سمرو نے گود لیا تھا بیگم سمرو کی وفات ۱۸۳۶ء میں واقع ہوئی بیگم کے مرنے کے بعد ڈائس سومبر تمام اسٹیٹ کے مالک قرار پائے لیکن بعد میں انکو ملکی حقوق سے محروم کر دیا گیا اور وہ آخر دم تک لڑتے رہے۔

ان کی تعلیم دہلی کالج میں ہوئی تھی وہ فارسی کے بہت بڑے ادیب تھے اسلامی لٹریچر سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔ اردو بہت صاف اور فصیح بولتے تھے اردو شعر بھی کہا کرتے تھے افسوس کہ نمونے کے لیے ان کا ایک شعر بھی کسی تذکرے میں دستیاب نہیں ہوا مجبوراً صرف حالات پر اکتفا کرنا پڑا۔ بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈائس سومبر ابتدائے عمر ہی میں انگلستان چلے گئے تھے اور جو کچھ اردو کلام تھا ساتھ لے گئے تھے اور پھر انگلستان سے واپس نہیں آئے۔

ملکہ | اسی ( ) نام ملکہ تخلص تھا ان کے باپ کا نام مسٹر ملاکر تھا جو کلکتہ پولس میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور سنہ ۱۸ء میں ریٹائر ہوئے قوم انگریز سے تھے ملکہ کو موسیقی میں اچھا دخل تھا۔ کبھی کبھی اردو شعر کہتی تھیں مولوی عبدالصمد نساخ[1] سے تلمذ تھا آخر عمر میں مشرف بہ اسلام ہوگئی تھیں کلکتہ میں سکونت تھی۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

ہو گئی سپید بھی ہمسایہ کو تا صبح حرام ۔۔۔ میں نے نالہ جو کسی رات سر شام کیا
آہ و زاری ہیں سنتے بیدار اتوں کو ۔۔۔ اس صنم کو ملکہ نے ہی مگر رام کیا

ہجر میں دل کو بیقراری ہے ۔۔۔ جوش گریہ و آہ و زاری ہے
آنکھیں پتھرا کے ہو گئیں ہیں سپید ۔۔۔ کسی بت کی جو انتظاری ہے

---

[1] عبدالصمد یعنی نساخ کلکتہ میں رہتے تھے "سخن شعرا" کے نام سے اردو شعرا کا ایک بہت اچھا تذکرہ لکھا ہے صاحب دیوان ہیں ان کا کلیات چھپ گیا ہے

شایق | جان فاشم نام شایق تخلص تھا ان کے والد جارج فاشم فرانسیسی تھے مختلف فوجی عہدوں پر مامور رہے فنون سپاہ گری میں طاق تھے ۱۸۴۵ء میں زندہ تھے ایک مدت تک جے پور میں رہے اور وہیں وفات پائی چونکہ ان کے والد کا توسل ریاست رامپور سے تھا اس لئے ان کی نشو و نما بھی وہیں ہوئی اردو فارسی کی تعلیم بھی رامپور ہی میں پائی نمونہ کلام یہ ہے —

جورِ رقیب و منت دربان و طعن غیر — کیا کیا جفائیں ہم نے سہیں تیرے واسطے

جمعیت | مسز آرچیٹ نام جمعیت تخلص تھا ان کے شوہر کا نام میجر آرچیٹ تھا آگرہ میں قیام تھا اردو فارسی بقدر ضرورت جانتی تھیں نمونہ کلام یہ ہے —

روٹھا ہے ہمارا جو وہ دلبر کئی دن سے — اس واسطے رہتی ہوں میں مضطر کئی دن سے
مقسوم کی خوبی ہے یہ قسمت کا ہے احسان — رہتا ہے خفا مجھ سے جو دلبر کئی دن سے
خدا کے روبرو جانا ندامت مجھ کو بھاری ہے — کوئی نیکی نہ بن آئی اسی کی شرمساری ہے

خفی | خفی تخلص ملیکٹ صاحب بہادر کی دختر تھیں شعر گوئی میں مشہور تھیں زیادہ حال معلوم نہیں ہوا نمونہ کلام یہ ہے —

جن سے ہم آشنائی کرتے ہیں — ہم سے وہ بیوفائی کرتے ہیں
اے خفی ایسے اشک بے تاثیر — مفت میں جگ ہنسائی کرتے ہیں

جو شوقِ اسیری سے پھنسی دام میں صیاد
شرمندہ ترے ایک ہی دانہ کے نہیں ہم

تمت

ضمیمہ

شاکر اور شور صاحبان کا کچھ کلام طباعت تذکرہ کے بعد دستیاب ہوا تھا جو آخر میں بطور ضمیمہ کے درج کر دیا گیا۔

حکیم محمد فصیح الدین صاحب رنج نے سنہ ۱۲۶۴ء میں شاعرہ عورتوں کا ایک تذکرہ موسوم ''بہارستانِ ناز'' لکھا تھا جس کا تیسرا ایڈیشن سنہ ۱۲۹۹ء میں شائع ہوا ہے۔ مسٹر چارلس شور نے اس کی تاریخ لکھی تھی جو تذکرہ مذکور کے صفحہ ۱۱۳ پر درج ہے تاریخ مذکور حسب ذیل ہے۔

چھپا یہ تذکرہ جب تیسری بار　　مؤلف جس کا رنج اہلِ ہنر ہے
لئے تاریخ ہاتف نے کہا شور　　کہ یہ بھی کیا بہارِ تازہ تر ہے

ڈانیال گارڈنر صاحب شاکر کی حسب ذیل دو غزلیں رسالہ گلدستۂ ناز میں طبع ہوئی ہیں:-

کیا خوف دل کو ہو مرے روزِ شمار کا　　ہوں معتقد میں رحمتِ پروردگار کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا　　ہو کیا قرار ہستی ناپائیدار کا
جیتا ہوا محال ترے جاں نثار کا　　اے صبر ہاتھ ٹوٹ گیا اختیار کا
اے گل شگفتگی تری کیا آنکھ میں سمائے　　عالم نظر میں ہے لبِ لعلِ یار کا
مضمون آتشیں سے کبوتر کے پر جلیں　　لے جائے نامہ کون ترے بیقرار کا
تربت ہے خاکساروں کا مرنے پہ بھی بلند　　گنبد بنا ہے قبر پہ دل کے غبار کا
مہندی شبِ وصال لگائی ہے یار نے　　گل ہو گیا چراغ سرِ انتظار کا
زہرہ ہے آب آب ندامت سے ابر کا　　طوفاں بپا ہے حلق میں چشمانِ زار کا

تم بھی اس سینے سے جگر میں جا بیٹھے — جیسے نہاں انار میں دانہ انار کا
پہنچا ہے بعد مرگ فلک پر غبار — رتبہ بلند خلق میں ہے خاکسار کا
سن آہِ آتشیں نہ دکھا آتشی گرمیاں — پہنچا لپک کے عرش پہ نالا شرار کا
لائی نسیم مژدۂ گل لہلہا چمن — گلشن اڑا کے آیا ہے موسم بہار کا
کیا مجھ سے دشمنی تھی کہ جو باد تند نے — جا کے اڑا دیا مری مشت غبار کا

چشم غزال نے مجھے وحشی بنا دیا
نقشہ جو یاد آیا مجھے چشم یار کا

(گلدستہ بہار ۱۸۸۵ء)

دیگر

بیہودی تھی نہ ہوش تھا تن کا — ہائے کیا وقت تھا لڑکپن کا
سامنا کرتے تھے دشمن کا — ہائے کیا وقت تھا لڑکپن کا
رونا ہنسنا ہمیں برابر تھا — ہائے کیا وقت تھا لڑکپن کا
دل سنبھل جائے ہاتھ آئے اگر — ایک تعویذ تیرے جوبن کا
ہیں یہ زلفیں ڈسنے کو میرے — جوڑا پالا ہے اُس نے ناگن کا
لب مصدق تو دے دو دل میں — ہو گیا تیر اس کی چتون کا

قبر سے سن کر جی اٹھیں مردے
سُم جو لگ جائے اس کے توسن کا

(گلدستہ بہار ۱۸۸۶ء)